Quarterly

Marifat-e-Islam

(Research Journal)

Volume 2, Issue 7

Title:

عہد نبوی ﷺ میں نظام ٹیکس عصر حاضر کے تناظر میں خصوصی مطالعہ

Author(s):

کومل شہزادی

Komal Shahzadi

Published on:

Apr – Jun 2020

Publisher:

ون نیس مسلمز

onenessmuslims@gmail.com

عہد نبوی ﷺ میں نظام ٹیکس عصر حاضر کے تناظر میں خصوصی مطالعہ

کومل شہزادی
Komal Shahzadi

ABSTRACT

Tax is an amount of money that you have to pay to the government so that it can pay for public services. Taxation is one od the main sources to finance the budget dedicit. Now the days tax evasion is a very common social evil. Since in regin of Hazrat Muhammad (ﷺ) National requirements were limited but in today's modern world national and governmental expenditures have been increased, so an Islamic government can impose new taxes to collect Zakat According to predicament of new world and if we study thay system, it presents guidance to collect taxes for modern era.

Key Words: Tex, Zakat, Shariah

ٹیکس کا لغوی معنیٰ

ٹیکس کو عربی زبان میں ضریبۃ، عشار، مکس اور خراج کے ناموں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر اسے "مکس" کا نام دیا جاتا ہے۔ لغوی اعتبار سے مکس سے مراد کسی چیز کا کم ہونا، تجارت میں قیمت کم کرنا، معین و مقرر مقدار ہے۔[1]

ٹیکس کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں ٹیکس کا اطلاق اس رقم پر ہوتا ہے۔ جو حکومت ریاست کی ترقی و فلاح اور اسکی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مختلف شکلوں میں لوگوں سے وصول کرتی ہیں اور اگر عوام وقت پر ٹیکس کی رقم ادا نہ کرے تو حکومت اس بات کا حق رکھتی ہے کہ ان کے خلاف آئینی و قانونی کاروائی عمل میں لائے۔[2]

1: ابن منظور، افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج۶، ص ۲۲۰

2: محمد شہباز شیخ، اسلام میں زکوۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کی شرعی حیثیت، ص ۷۶،
ماہنامہ "جہات الاسلام"، ج۹، جنوری تا جون ۲۰۱۶، شمارہ ۶

ٹیکس کی تعریفات

پروفیسر ڈالٹن کے مطابق ٹیکس کہا جاتا ہے:

''ٹیکس (محصول) وہ لازمی مطالبہ ہے جو حکومت کی جانب سے رعیت پر عائد کیا جاتا ہے۔''[1]

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اگر کوئی حاکم اپنی ذاتی عیاشیوں کے لیے لوگوں پر ٹیکس عائد کرتا ہے تو یہ ایک حرام فعل ہے۔ اور عام عوام کو اس قسم کے ٹیکس ادا نہیں کرنے چاہیے۔"[2]

Encyclopedia of the Social Science کے مطابق

"A Tax is a compulsory contribution form the person to the government to defray the expenses incurred in the common interest of all without reference to special benefits conferred."[3]

ٹیکس قرآن کریم کی روشنی میں

اسلامی ریاست کی اجتماعی، فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس بارہ ذرائع آمدن رائج رہے ہیں۔ اسلامی ریاست ان ذرائع کے علاوہ جو ہنگامی ٹیکس عائد کرتی ہے۔ فقہائے کرام نے ان ٹیکسوں کو ضرائب و نوائب کا نام دیا جاتا ہے۔ اور اس کا ثبوت متعدد قرآنی آیات سے ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ "[4]

"پس وہ رشتہ دار کو اس کا حق نیز مسکین اور مسافر کو یہ بہتر ہے۔"

مزید ارشاد فرمایا:

"يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ "[5]

1: Dolton, Principle of Public Finance, london, 1940, p2

:2 مودودی، ابو الاعلی، سید، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۰، ص ۴

3: Encylopedia of the Social Sciences, New York, USA, 1950, v14, p532

:4 الروم ۳۰:۳۸

:5 البقرۃ ۲:۲۷۶

"مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ سود کو اور بڑھاتا ہے کہ خیرات کو۔"

ایک اور جگہ قرآن پاک میں آتا ہے:

" وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَه وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللهِ"(1)

"اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔"

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پانچواں حصہ بیت المال کا ایک ذریعہ آمدنی تو ہے لیکن اس کے مصارف وہی ہیں جو آیت میں مذکور ہیں ان سے ہٹ کر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ ٹیکس کی مختلف اشکال کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں ملتا ہے جیسا کہ ایک مقام پر ہے:

"مَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِه مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ"(2)

"جو مال پلٹا دیا ہے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے اس کے رسول کا ہے اور رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خراج ایک خالص اسلامی ٹیکس ہے۔ خراج ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس قابل کاشت خراجی زمین ہو وہ مسلمان ہو یا کافر بچہ ہو یا بڑا عاقل ہو یا مجنون خراج قابل کاشت زمین کا فریضہ ہے اور زمین کے حصوں میں مسلم و کافر، بالغ و نابالغ، عقل مجنون، اور مرد و عورت سبھی برابر ہے لہٰذا سبھی لوگوں کی خراجی زمین پر خراج واجب ہوگا۔

ٹیکس حدیث کی روشنی میں

ٹیکس یا ہنگامی ٹیکسوں کے حوالے سے جن احادیث و آثار سے استدلال کیا جاتا ہے اس میں سے بعض یہ ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1: انفال ۸:۴۱

2: الحشر ۵۹:۷

"مَنْ اعْتَذَرَ إِلَى أَخِيهِ بِمَعْذِرَةٍ فَلَمْ يَقْبَلْهَا كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ"[1]

"جس نے اپنے بھائی سے کسی غلطی پر معافی مانگی مگر اس نے اس کو قبول نہیں کیا تو اس پر صاحب مکس (ٹیکس وصول کرنے والے) کے مثل گناہ ہو گا"۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ٹیکس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ عُثْمَانَ بن أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: تُفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ فَيُنَادِي مُنَادٍ: هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابُ لَهُ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطَى؟ هَلْ مِنْ مَكْرُوبٍ فَيُفَرَّجَ عَنْهُ؟ فَلا يَبْقَى مُسْلِمٌ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ إِلا اسْتَجَابَ اللهُ عَزَوَّجل لَهُ إِلا زَانِيَةً تَسْعَى بِفَرْجِهَا أَوْ عَشَّار"[2]

"عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نصف رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ ایک پکارنے والا پکارتا ہے: کیا کوئی سوال کرنے والا ہے اسے عطا کیا جائے گا؟ کیا کوئی پریشان حال ہے اس کی پریشانی دور کی جائے گی؟ مسلمان جو بھی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے سوائے زانیہ کے جو اپنی شرمگاہ کی کمائی کھاتی ہے۔ یا ٹیکس وصول کرنے والے کے۔"

عہد نبوی کا نظام ٹیکس

نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد تمام ظالمانہ نظاموں کا خاتمہ کر کے ان کی جگہ اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ اقتصادی نظام رائج فرمایا۔ رعایا کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی جبر کا خاتمہ فرمایا۔ جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور کثیر تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا تو اسلام کے نظام مالیات اور نظام ٹیکس کی بنیاد پڑی۔ اور سرکاری طور پر زکوۃ اور دیگر ٹیکس وصول کرنے کے لئے عملہ متعین کیا جاتا تھا اور اس کے لیے ایک نظام موجود تھا۔ اور نبی ﷺ نے ملکی اور قومی ضروریات کے لئے مسلمانوں سے مدد کرنے کی اپیل کی اور مسلمانوں نے رضاکارانہ طور پر آپ ﷺ کی اس اپیل پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نبی ﷺ سے پہلے مکہ میں جمع شدہ مسلمانوں کی حیثیت کسی قسم کی حکومت کی نہ تھی نہ ہی کوئی سیاسی نظام تھا اور نہ ہی کوئی باقاعدہ کوئی مالی نظام وجود رکھتا تھا۔ اور بیت المال کی بنیاد بھی نبی ﷺ کے مبارک ہاتھوں

1: ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ، السنن، تحقیق: شعیب الارناؤوط، دار الرسالۃ العلمیہ، ج:۲، ص:۱۲۲۵، رقم الحدیث:۳۷۱۸

2: منذری، عبد العظیم بن عبد القوی، الترغیب والترھیب، تحقیق: ناصر الدین البانی، مکتبۃ المعارف، ۱۴۲۴ھ، ج:۱ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۱۱۷۳

سے پڑی۔ مختلف ذرائع سے جو دولت بیت المال میں آتی وہ فوراً غریبوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اس میں خراج، عشر، جزیہ ،زکاۃ اور مال غنیمت کی آمدنی شامل تھی۔ ٹیکس کا نظام بھی اپنے اصول و ضوابط کے ساتھ قائم ہوا جس کی بنیادی اہمیت زکوۃ کو حاصل تھی۔ جس طرح نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینہ میں آکر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچا تھا۔ اسی طرح زکوۃ ٹیکس کا نظام بھی ابتدائے اسلام ہی سے شروع ہوا لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

> ”رسول ﷺ نے ہم کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اتفاق سے میرے پاس اس وقت کافی مال تھا میں نے دل میں سوچا اگر میں کبھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ سکتا ہو تو اس کا آج موقع ہے۔ میں آپ کے پاس اپنا آدھا مال لے کر آیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا تم اپنے اہل عیال کے لیے کیا رکھ کر آئے ہو؟ میں نے اتنا ہی مال ان کے لئے چھوڑا ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال لے کر نبی ﷺ کے پاس آ گئے آپ نے فرمایا اے ابو بکر تم نے اپنے اہل عیال کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا میں نے ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑا ہے پھر میں نے سوچا میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔“[1]

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے انفرادی ضروریات کے لئے لوگوں سے روپے پیسے کی اپیل کی اور مسلمانوں نے رضاکارانہ طور پر آپ کی اپیل پر عمل کیا۔

عہد نبوی ﷺ میں پائے جانے والے ٹیکس

عہد نبوی ﷺ میں عشر کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ ہے جو کہ ان کی زرعی پیداوار پر واجب تھا۔ خراج غیر مسلموں کی زرعی زمینوں پر وصول کیا جانے والا ٹیکس تھا۔ اسلام کے ابتدائی دور یعنی مکی دور میں چونکہ مسلمانوں کی کسی قسم کی حکومت نہ تھی نہ کوئی سیاسی نظام اور نہ ہی کوئی باقاعدہ مالی نظام تھا۔ اس لیے اس دور میں ٹیکس عائد کرنے اور اس کے وصول کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ہجرت مدینہ کے بعد جب مدینہ میں باقاعدہ پہلی اسلامی ریاست وجود میں آئی اور اس نے استحکام حاصل کیا تو ریاست کو چلانے کے لئے ٹیکسز کا نظام بھی قائم ہوا۔[2]

1: سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ج۷، ص۱۲۸

2: شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی ﷺ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۱، ج۵، ص۱۱۴

رسول اکرم ﷺ کے وقت میں زکوۃ اور صدقہ نہ صرف نقد رقم پر وصول کیا جاتا تھا بلکہ زرعی اراضی اور گھریلو جانوروں (بکری، اونٹ اور گائے) پر بھی ٹیکس نافذ تھا۔ اس طرح شہد کے چھتوں، معدنی کانوں (خصوصا سونا، چاندی اور لوہے)۔ سونے اور دوسری قیمتی اشیاء پر بھی ٹیکس کی ادائیگی لازمی تھی بہت زیادہ تفصیلات میں جائیں اور تحقیق پر مغزماری کے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ رسول ﷺ کے دور میں زکوۃ اور صدقہ ہی ریاستی آمدنی کا بڑا ذریعہ تھا اور یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اس دور میں جن اشیاء پر ٹیکس نافذ تھا اور جس طرح وصول کیا جاتا تھا۔ آنے والے وقت اور حالات انہیں تبدیل نہیں کیا جاسکتا اور مسلمانوں نے اسے تسلیم بھی کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مدینہ میں درآمد کی جانے والی اشیاء پر ڈیوٹی ۱۰ سے کم کر کے ۵ فیصد کر دی تھی۔[1]

نبی کریم ﷺ کی آمد اور اسلامی مملکت کا قیام

نبی کریم ﷺ کی آمد جو پوری کائنات پر اللہ تعالی کا احسان تھا اور وہ سب کے لئے خصوصی رحمت و برکت کا باعث تھی۔ حضور ﷺ نے نہ صرف عقائد اور عبادت کا ایک جامعہ اور سادہ نظام پیش کیا بلکہ رفتہ رفتہ سماجی معاشی اور انتظامی امور کا بھی ایک ایسا ڈھانچہ تیار کروایا جو کہ ہر لحاظ سے خوبصورت تھا۔ اسلام نے مملکت کے نظم ونسق کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ جس نے نہ صرف جزیرہ عرب بلکہ پوری دنیا کی قسمت بدل کر رکھ دی۔[2] لہٰذا نبی کریم ﷺ نے اپنی آمد کے بعد ظالمانہ نظاموں کو ختم کر دیا اور اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا اور غریبوں کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے معاشی، اور سیاسی ظلم کو ختم کیا اور مختلف ذرائع سے جو بھی دولت بیت المال میں آتی غریبوں میں تقسیم فرماتے تھے۔

مکہ میں ٹیکس

مکہ کے اولین مکینوں کا تعلق عمالقہ سے تھا (اس قبیلے کی ایک شاخ کے لوگ حضرت موسی علیہ السلام کی قوم کے مصر سے خروج کے وقت فلسطین میں آباد تھے جن کو نوواردوں نے آکر نکالنے اور ان کی زمینوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی) "میرات الحرمین" میں تاریخ منایا الکرم کے حوالے سے مذکور ہے کہ یہ اولین آباد کار مکہ میں داخل ہونے والے تاجروں سے ان کے سامان کا دسواں حصہ عشر بطور ٹیکس وصول لیا کرتے تھے۔ جب تقریبا ۲۰۰۰ قبل مسیح میں حضرت اسماعیل علیہ سلام کے وقت میں مکہ کی شہری ریاست میں برادر قبائل جرہم اور قطوار زیر نگیں مختلف قبائل کا ایک دفاقیہ کیا قائم کیا گیا۔[3]

1: قاسم بن سلام، ابوعبید، کتاب الاموال، مطبعۃ السلفیہ، قاہرہ، ۱۳۵۳ھ، ص ۱۶۶۰

2: لیاقت علی خان نیازی، ڈاکٹر، اسلام کا انتظامی قانون، دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۱۷۵

3: محمد عبد الملک، ابن ہشام، سیرت ابن ہشام (مترجم)، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور، ج ۶، ص ۷۶

ٹیکسوں کی شرح

۱۴۰۰ سال پہلے کا عرب ایک بنجر اور بے آباد زمین کا ملک تھا۔ جہاں سے انتہائی کم پیداوار حاصل ہوتی تھی۔ زرعی پیداوار پر عشر نافذ تھا مگر یہ اسی صورت میں قابل الوصول تھا۔ جب پیداوار چھوٹ دی گئی مقدار سے بڑھ جاتی تھی۔ کھجوروں اور انگوروں کے باغات اور دیگر پھل دار اور درختوں کے علاوہ گندم اور جو کی فصل پر ٹیکس کیش کی بجائے جنس کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا۔ جبکہ گھریلو جانوروں پر ایک فیصد سالانہ ٹیکس عائد تھا۔ بشرطیکہ یہ جانور عام چراگاہوں پر پالتے ہو اور ان کی تعداد چھوٹ دی گئی۔ نقد رقم، سونا اور چاندی پر ٹیکس کی شرح اڑھائی فیصد سالانہ تھی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ ٹیکس آمدنی بجٹ پر تھا ایسی بچت ایک سال تک مالک کے پاس فالتو پڑی ہے اس پر مالک مرکزی حکومت یا اس کے ایجنٹوں کو ٹیکس ادا کرنے کا پابند تھا۔

تجارت میں ٹیکس کاروبار میں اشیاء کے سٹاک پر لگتا تھا۔ قرض بھی شمار کیا جاتا تھا اور اسی قدر رقم بچت یا سٹاک سے منہا کر کے باقی رقم میں اسٹاک پر ٹیکس عائد کیا جاتا تھا۔ کانوں سے بر آمد ہونے والے مال پر بھی ۱۰ فیصد عشر لاگو ہوتا تھا اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آمدنی کا ایک معروف ذریعہ تھا ان کے علاوہ آمدنی کے بعد دوسرے ذرائع بھی تھے۔ جیسا کہ بیرونی تاجروں پر درآمدی ڈیوٹی لگتی تھی۔ مدینہ میں بیرونی تجارت کوئی نئی چیز نہیں تھی اور نبطی تاجر گندم، تیل اور زیتون دوسرے ممالک سے مدینہ لایا کرتے تھے۔ فوجی خدمات سے مستثنٰی قرار پانے والے بھی ایک ٹیکس ادا کرنے کے پابند تھے۔ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ارد گرد کی آبادیوں کے مابین ہونے والے مختلف معاہدے بھی آمدنی کا ذریعہ تھے۔[1]

اسلامی ریاست میں ٹیکس کی حقیقت

ٹیکس ریاست کی ایک ضرورت ہے جو چند ضابطوں کے اندر رہ کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ٹیکسوں نافذ کرنا شریعت کا کوئی بنیادی مطالبہ نہیں اور نہ اس کے لئے صراحت کے ساتھ احکام دیے گئے ہیں۔ جن سے مقررہ مالی مطالبات کے علاوہ کسی دیگر مطالبہ کا لازمی ہونا ظاہر ہوتا۔ ٹیکس تو دراصل ان حالات کا نتیجہ ہوتے ہیں جن کے تحت ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ضرورت پیش آنے پر لازمی نہیں کے ٹیکس کے ذریعے سرمایہ اکٹھا کیا جائے بلکہ اگر دوسرے ذرائع جیسے ترغیب وغیرہ سے وسائل اکٹھے ہو سکیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ مستحسن ہیں جس کا اجر نیکی کی صورت میں ملتا ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زندگی میں جہاد کے لیے جب اسلحہ اور دوسرے وسائل کی ضرورت پڑتی تھی تو آپ ان کے لئے اعلان کرتے تھے۔ لوگ اپنی

1: حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حکمرانی و جانشینی، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۱

مرضی سے بسا اوقات اپنے سارے جمع شدہ اموال و اسباب لے آتے اور جس کے پاس کچھ نہ ہو تا وہ دن بھر محنت کر کے اس کے بدلے میں کھجوروں کی ٹھوکریں جمع کر لے آتے اور رسول اللہ کی خدمت میں پیش کرتے۔ ہلاکے جنگی مقاصد کے لئے مال کا حصول ایک دوسرے ذریعے سے بھی ممکن تھا کہ آبادی کے ہر فرد ایک خاص شرح سے جہاد ٹیکس عائد کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ ترغیب کے ۰ ذریعے اس مقصد کو پورا کیا جاتا رہا جو زیادہ موثر اور بے ضرر بھی ہے۔[1]

ٹیکس کے اسلامی اصول

ماہرین معاشیات نئے ٹیکس عائد کرنے اور محصولات کے کچھ اصول لکھے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱)اصول عقیدہ و نظریہ

اسلامی ریاست کا مسلمان شہری بعض ٹیکس محض اپنا مذہبی فریضہ اور عبادت سمجھ کر ادا کرتا ہے مثلا، زکاۃ، عشر وغیرہ۔ قرآن مجید میں تقریبا ۲۰ مقامات پر زکوۃ کا ذکر نماز کے بعد کیا گیا ہے۔ جس سے اصول عقیدہ کے تحت زکوۃ کی ادائیگی کس قدر ضروری ہے۔ اور بعض ٹیکس اس لئے ادا کرتا ہے کہ اسلامی ریاست اس کے عقیدہ و ایمان کی حفاظت کرتی ہے۔ نیز اسلامی ریاست ان شعارات کو قائم کرتی ہے اور پروان چڑھاتی ہے جن پر وہ ایمان رکھتا ہے۔ اس طرح ذمی رعایا اپنا جزیہ اور خراج اس لئے ادا کرتے ہیں کہ وہ اسلامی ریاست میں امن و امان سے رہ کر اپنے مسلمہ معتقدات پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔[2]

(۲) معاشرتی اصول

اسلام کا مالیاتی نظام میں محصول کا دوسرا اصول "معاشرتی اصول" ہے۔ جس کے تحت اسلام ٹیکسوں کے ذریعے معاشرتی اور معاشی دونوں قرضوں کو پورا کرتا ہے۔ یعنی ایک طرف ریاست کو آمدنی ہوتی اور دوسری طرف معاشرتی اونچ نیچ کا علاج بھی ہوتا ہے۔ اسلام اس ناپسندیدہ صورت کو برداشت نہیں کرتا کہ دولت صرف چند ہاتھوں میں جمع رہے۔ چند سرمایہ دار ملک و قوم کے مقدر سے کھیلتے رہیں۔ اور غرباء کو اپنا محتاج بنا کر رکھیں بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت جو دراصل اللہ تعالی کی ملکیت ہے اور اقوام حیات ہے وہ مسلسل گردش کرتی رہے۔ اس لئے اسلام ٹیکس لگا کر اس معاشرتی اور معاشی تفاوت کا علاج کرتا ہے۔

1: شام، شہزاد اقبال، ڈاکٹر، اسلامی قانون کا تعارف، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء، ص ۷۰

2: عسکری، طاہر اسلام، حافظ، اسلام کا اقتصادی نظام، ۲۰۱۸ء، ص ۲۵۴

(۳)اصول مساوات

ٹیکس کا اہم اور بنیادی اصول ہے اور اسی اصول میں عدل و انصاف کے تقاضے کی رعایت پیش نظر آتی ہے. اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ ملک کا ہر باشندہ اپنی اپنی استطاعت اور توفیق کے مطابق ٹیکس ادا کرے زیادہ آمدنی والے افراد زیادہ شرح سے ٹیکس دیں اور کم آمدنی والے افراد کم شرح سے گویا کہ اس اصول کا تقاضا "متزاید ٹیکس" سے پورا ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے کسی کی آمدنی بڑھتی جائے ٹیکس کی شرح بھی بڑھتی جائے۔ لہٰذا اس اصول سے یہ مراد نہیں کہ متناسب ٹیکس ادا کیا جائے متناسب ٹیکس کا مطلب یہ ہے کہ تمام لوگ یہ یکساں شرح سے ٹیکس دیں۔ اور اصول مساوات کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر ٹیکس دہندہ یکساں رقم ادا کرے مثلاً طے ہو جائے کہ ملک کا ہر باشندہ ماہانہ سو روپے ٹیکس دے گا کیوں کہ یہ غریب پر صریح ظلم ہے۔

(۴)اصول تیقن

محصول کی رقم جو کسی فرد کو ادا کرنی ہے وہ اصولی طور پر طے اور متعین ہونی چاہیے اور اس کی مقدار کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑنی چاہیے ہر ٹیکس دہندہ کو معلوم ہونا ضروری ہے کہ کتنا ٹیکس ادا کیا جائے گا اور کب ادا کیا جائے گا اور کیسے اور کس کو ادا کیا جائے گا؟ اگر یہ باتیں واضح نہ ہو تو ٹیکس ادا کنندہ ٹیکس وصول کرنے والے کے ہاتھوں پریشان ہو گا وصول کنندہ اپنے مخالفوں ناپسندیدہ شخص سے زیادہ وصول کرے گا نیز خوف اور دھمکی کی بنا پر اسے مجبور کیا جا سکے گا۔ لہٰذا اصول تیقن یعنی جو ٹیکس بھی لگائے جائیں گے۔ ان کی قانونی حیثیت، ان مقدار، ان کی وقت کی ادائیگی اور ضرورت کی ادائیگی ان سب کا علم ٹیکس دہندہ کو ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر عہد نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے کو دیکھا جائے تو ان کے زمانے میں تمام جزئیات متعین تھی اور ایسے تمام ٹیکسوں کی اسلام نے حوصلہ شکنی کی ہے۔[1]

(٦)اصول کفایت

ہر قسم کا ٹیکس اس طرح وصول کرنا چاہیے کہ مجموعی طور پر سرکاری خزانے میں جو رقم جمع کرائی جائے اس کے جمع کرنے کے اخراجات کم سے کم ہو اگر جمع کرنے کے اخراجات ہیں خزانے میں جمع شدہ رقم کے برابر یا اس کے قریب ہیں تو اس سے اصول کفایت پورا نہ ہو گا۔ مثلاً اگر ٹیکس وصول کرنے والے افسروں۔ کلرکوں کی تنخواہیں بہت زیادہ ہو تو درست نہیں ہے یہ صورت بھی اصول کفایت کے خلاف ہے۔ کہ ٹیکس صنعت و تجارت کی ترقی میں رکاوٹ باعث ہو۔ چناچہ اگر لوگوں کی آمدنی

1: غفاری، نور محمد، ڈاکٹر، اسلام کا قانون محاصل، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، ص ۴۰

پر بھاری ٹیکس لگایا جائے تو لوگوں کی حوصلہ شکنی ہو گی اور ان کے پاس سرمایہ جمع نہ ہو گا۔[1] اسلام کے نظام ٹیکس کا اصول کفایت مندرجہ ذیل صورتوں میں اپنا عمل کرتا ہے:

1. ٹیکس دہندگان پر ٹیکس اس لیے لگایا جاتا ہے کہ اس سے حاصل شدہ رقم سرکاری اخراجات کی کفایت کرے اور بہ صورت ہنگامی حالات رعایا سے بعد میں نہایت قلیل مقدار وصول کی جائے۔
2. ٹیکس کی وصولی کے اخراجات اتنے زیادہ نہیں ہونے چاہیے جو حاصل شدہ رقم کا ہی کثیر حصہ لے اڑے۔
3. اخراجات اس قدر زیادہ نہ ہو جن کو ٹیکس کا کفایت ہی نہ کر سکے۔ اس لیے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ زکوۃ کی وصولی کے اخراجات ۲۰ سے ۵۰ فیصد ہوں۔[2]

(۵)اصول پیداواری

ریاست کے مالی ذرائع کا دارومدار ٹیکسوں سے حاصل شدہ آمدنی پر ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہ ٹیکس حکومتی جائز مصارف کے لئے کافی ہو تاکہ انہیں صحیح طور پر پورا کیا جاسکے البتہ ضروری ہے کہ زیادہ ٹیکس حاصل کرنے کی خواہش میں اتنا ٹیکس نہ لگادیے جائیں۔ کہ قوم کی قوت پیداوار کم ہو جائے یہ معاشی ذرائع پر برا اثر پڑے۔ اس اصول سے یہ مراد بھی ہے کہ بہت زیادہ اور مختلف قسم کے ٹیکس لگانا جن سے تھوڑی آمدنی حاصل ہوتی ہو اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک ہی ٹیکس لگا دیا جائے جس سے کافی آمدنی حاصل ہو جائے ٹیکسوں کی بھرمار نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ ہر ٹیکس اپنی جگہ پر شہریوں کے لیے کو دکھ کا باعث بنتا ہے اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ ٹیکس صرف چند لوگوں پر ہی نہیں لگانا چاہیے کیونکہ ایک تو یہ غیر کفایتی ہوں گے اور دوسرے ان سے عدم مساوات کا رجحان بڑھے گا۔

(۶)اصول لچکداری

اصول کا مطلب یہ ہے کہ نظام ٹیکس جامدانہ ہو اس میں لچک ہو یعنی قومی آمدنی میں جو اضافہ ہوتا جائے حکومت کو ٹیکس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی بڑھتی جائے اور اگر لوگوں کی آمدنی کم ہو تو ٹیکس بھی کم ہوتے جائیں۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ جیسے جیسے حکومتی ضروریات اخراجات بڑھتے جائیں تو اس کی آمدنی اور ٹیکس بھی بڑھنا چاہیے۔ ورنہ ٹیکس کی رقم حکومت کے لیے کافی نہ ہو گی نہ گہانی حالت میں یا شدید ضرورت کے زمانے میں حکومت اس قابل ہونی چاہی کے اپنے مالی

1: بلگرامی، ریاض محمد، مفتی، ٹیکس کی شرعی حیثیت، الخلیل پبلشنگ ہاوس، راولپنڈی، ص۳۳۸

2: عسکری، طاہر اسلام، حافظ، اسلام کا اقتصادی نظام، ۲۰۱۸ء، ص ۲۷۱

ذرائع میں اضافہ کر سکے بلکہ اگر ہو سکے تو بعض ٹیکس ایسے ہونے چاہیے جن سے زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل ہو۔

(۷)اصول تنوع

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ ٹیکس مختلف قسم کے نافذ کرنے چاہیے تاکہ کوئی ایک طبقہ ٹیکس کے بوجھ تلے نہ دب جائے منفرد ٹیکس یا چند ٹیکس حکومت کی ضرورت کے لئے کافی نہیں رہ سکتے۔اس لیے بھی ٹیکسوں میں تناؤ کا عنصر ہونا چاہیے تاکہ وہ تمام شہری جو سرکاری مالیات میں حصہ ڈال سکتے ہیں ان سے ضرور ٹیکس وصول کیا جائے اس سلسلے میں بالواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکسوں کی آمزش ہونی چاہئے اور اس طرح نہ صرف حکومت کے لیے کافی مالیات فراہم کیے جاسکتے ہیں بلکہ اصول مساوات کو پورا بھی کیا جاسکتا ہے البتہ ٹیکسوں کی بہت زیادہ بھرمار میں بری ہے۔

(۸)اصول سادگی

نظام مواصلات سادہ اور عام ٹیکس دہندہ کی سمجھ کے مطابق ہونا چاہئے اس میں کوئی پیچیدگی اور الجھن نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگر ٹیکس دہندہ کو اس بات کا صحیح علم نہ ہو کہ اس میں کس قدر ٹیکس دینا ہے اور کب اور کہاں ادا کرنا ہے تو پھر وہ ٹیکس کیسے ادا کرے گا؟ نیز ٹیکس جمع کرنے والے ٹیکس دہندگان کی اس کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے اور بے قاعدہ اور بدعنوانی کے دروازے کھولے گے اگر بدعنوانی، بے قاعدگی، جبر وقہر کو ختم کرنا درکار ہو تو ٹیکسوں کے نظام میں یہ صفت ضرور ہونی چاہیے۔

(۹)اصول ملائمت

اگرچہ یہ اصول بظاہر اصول لچک کی مانند معلوم ہوتا ہے لیکن ان دونوں میں بہت فرق ہے اصول ملائمت سے مراد یہ ہے کہ ٹیکسوں کا نظام اس قدر سخت نہ ہونا چاہیے کہ وہ معاملات کے مطابق ڈالا نہ جاسکے جب تک یہ نظام ملایین نہ ہو حکومت کی آمدنی نہیں بڑھائی جاسکتی کیونکہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکے گی گویا کہ اس کے لئے اصول ملامت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ٹیکسوں کا نظام کسی انقلاب کے بغیر نہ بدلا جاسکتا ہوں تو سمجھ لیجئے اس میں ملامت کا فقدان ہے۔

(۱۰)معاشی ترقی کا اصول

ٹیکس عائد کرنے کا ایک یہ اصول بھی ہے کہ اس سے معاشی ترقی میں اضافہ ہو اس کی روح ملک کے معاشرتی اور اقتصادی مقاصد کے ساتھ مطابقت رکھتی ہوں حکومت کی مالی اور معاشی پالیسی کے ساتھ ساتھ ٹیکس لگانے کی پالیسی کا مقصد یہ بھی ہونا چاہیے کہ بحران، سردبازاری اور بے روزگاری کا علاج کیا جائے۔[1]

1: بلگرامی، ریاض محمد، مفتی، ٹیکس کی شرعی حیثیت، ص ۳۴۱، ۳۴۰

ٹیکس عائد کرنے کے ضوابط

اکثر مسلم معیشت دانوں نے لکھا ہے کہ اسلامی ریاست چونکہ ایک فلاحی ریاست ہے۔اس لیے وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے زائد ٹیکس لگاتی ہے لیکن اس سلسلے میں اس کے اختیارات لامحدود نہیں ہیں۔ ٹیکس عائد کرنے کے سلسلے میں ریاست کچھ رہنما اصولوں کو سامنے رکھے گی۔جو درج ذیل ہیں:

(۱)شدید ناگزیر صورتحال

ٹیکس ایک استثنائی صورت ہے اور اس کو استثنٰی ہی رکھا جائے گا جس کو باوقت ضرورت بے روئے کار لانا چاہیے۔ جب ریاست کے لیے وسائل کی فراہمی دیگر ذرائع سے کم پڑرہی ہو اور کوئی چارہ کار باقی نہ بچا ہو۔

(۲) ٹیکس کا پیمانہ اور مدت

ٹیکس عائد کرتے وقت یہ بات پیش نظر رہے کہ ٹیکس اتنا ہی لگایا جائے جتنا ناگریز طور پر ضرورت ہو اور اتنے عرصے کے لیے ہی لگایا جائے۔جب تک اس کی ضرورت ہے جیسا کہ امام مالک کا کون ہے کہ ٹیکس کی مدت ٹیکس کی ضرورت کے برابر ہونی چاہیے۔ایسا نہ ہو کہ کسی ضرورت کے لئے ایک مرتبہ ٹیکس عائد کیا گیا تو وہ دمای صورت اختیار کر گیا اور اب اس پر نظر ثانی نہیں ہو سکتی۔

(۳)استطاعت کالحاظ

ٹیکسوں کا اطلاق لوگوں کے ٹیکس دینے کی صلاحیت کے مطابق ہو۔اس طرح غرباء پر ٹیکس عائد نہیں کیے جاسکتے۔ صرف امور پر ان کا اطلاق کیا جائے گا۔یہ قرین انصاف بھی ہے۔اور مساوات کے تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے۔غیر مساوی لوگوں میں برابری کرنا مساوات نہیں ہے۔بالواسطہ ٹیکسوں کا بار امر اور غرباء دونوں پر پڑتا ہے۔اس سے غرباء بھی متاثر ہوتے ہیں اور اسلامی معاشیات کے مقاصد کا حصول بھی نسبتاً مشکل ہو جاتا ہے۔اس لیے بالواسطہ ٹیکس زیادہ قرین صاف نظر آتے ہیں۔البتہ اشیائے تعیش پر بالواسطہ ٹیکسوں کا نافذ کیا جاسکتا ہے۔ٹیکسوں کی نوعیت کا تعین اسلامی ریاست ہی کو کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں مقاصد شریعہ کو سامنے رکھنا چاہیے۔

(۴)سہولت کالحاظ

اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹیکس دہندہ کو ٹیکس کی تشکیل میں ہر طرح کی سہولت فراہم کی جائے اور اس کو مشکلات میں مبتلا نہ کیا جائے۔نیز ٹیکس کی وصولی میں بھی نرمی کا برتاؤ کیا جائے اس طرح وصول شدہ ٹیکسوں کو استعمال کرتے ہوئے بھی میانہ

روی کو اختیار کیا جائے۔[1]

پاکستان کے نظام ٹیکس کی خرابیوں کا سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں جائزہ

(۱) ٹیکسوں کے بڑھتے ہوئے بوجھ کی اصلاح

پاکستان کے نظام ٹیکس میں پریشان کن صورتحال سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس کی شرح میں بڑھتا ہوا اضافہ ہے۔مالی سال ۱۹۹۰ء۔۱۹۹۱ءمیں سیل پیک کا حصہ بالواسطہ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والے محاصل میں ۶۔۱۷ رہا۔مالی سال ۲۰۰۷ء۔ ۲۰۰۸ میں اس کی شرح بڑھ کر ۹۰۶ فیصد ہو گئی اور مالی سال ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ میں ۴۔۳۷ فیصد اندازہ لگایا گیا تھا۔[2] سیلز ٹیکس کا بوجھ صارفین کو برداشت کرنا پڑے۔براہراست ٹیکس میں سب سے اہم ٹیکس آمدنی ٹیکس ہے۔اس مقررہ آمدنی والے طبقات کے لیے مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے۔درمیانی اور کم درجے والے افراد خاص طور پر ادارہ جاتی ملازمین پر دباؤ بڑھاتا ہے کیونکہ ان سے لازمی طور پر ٹیکسوں کی وصولیں جاتی جاتی ہیں۔دراصل عالمی قرضہ فراہم کرنے والے اداروں مثلاً آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے قرضوں کی شرائط میں سے ایک شرط سیلز ٹیکس میں اضافہ کی ہے۔اس ٹیسٹ میں اضافہ سے غرباء کے معاشی مسائل میں اضافہ اور دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو رہی ہے۔ سیلز ٹیکس کی شرح میں بڑھتا ہوا اضافہ نبی ﷺ کے متعارف کرادہ نظام ٹیسٹ کے اصول عدل کے منافی ہے۔اسلامی تعلیمات کی رو سے ٹیکس امراء سے لے کر غربا میں تقسیم کرنا چاہیے جیسا کہ زکوۃ کو امراء کا فرض اور غرباء کا حق قرار دیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

”وَفِي اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ“[3]

”اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔“

اگرچہ نبی اکرم ﷺ نیک ٹیکس کو لازمی بنیادوں پر بزور کیا تاہم ٹیکس کی وصولی میں اصول عدل اور سہولت کا فرما تھا۔ اسلام کے نظام عشر میں بھی اصول عدل کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔نبی کریم ﷺ کی تقریریں کے مطابق اس زمین کی آبپاشی بارش، چشموں یا نہروں سے ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ لیا جائے گا اور جس کو پانی کی بچت کر یعنی کھوج کر آبپاشی کی گئی ہو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے گا۔پاکستان میں ٹیکس جمع کرنے کا نظام سیرت النبی ﷺ کے متعلق کردہ اصولوں کے

1: مبارکپوری، محمد اطہر، قاضی، خلافت راشدہ اور ہندوستان، اسلامی پبلی کیشن ہاؤس، لاہور، ص ۵۶

2: Pakistan Economic Survey, 2007-08, p65

Pakistan Economic Survey, 2012-13, p51

3: الذاریات ۱۹:۵۱

بر عکس ہے۔ غرباء سے ٹیکسوں کے ذریعے پیسہ جمع کیا جاتا ہے اور امراء کی طرف منتقل کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے سرمایہ کار اور صنعت کار بینکوں سے قرضے لے کر معاف کروالیتے ہیں۔ پاکستان میں رائیتم لے لیتے ہیں اور اس کے باوجود معاشرتی تعلقات اور رشوت کے بل بوتے پر ٹیکس معاف بھی کروالیتے ہیں جب کہ غریب عوام کو بلواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکس میں جھگڑا جاتا ہے اور جو غریب ہے اس کو غریب تر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نظام ٹیکس میں امراء کو ٹیک نیٹ ورک میں لانے، ان کو دی جانے والی غیر ضروری مراعات کو ختم کرنے اور غرباء پر غیر ضروری پوسٹوں کی بھرمار کو ختم کرنے سے بہتری آسکتی ہے۔[1]

(۲) لازمی بنیادوں پر زکوۃ اور دیگر ٹیکسوں کی وصولی

پاکستان میں نظام ٹیکس میں ایک بڑی خرابی سٹوری اور رشوت کے ذریعے ٹیکس معافی بھی ہے۔ پاکستان میں سرمایہ کار اور سرمایہ دار طبقات مختلف طریقوں سے ٹیکس سے بچتے ہیں پاکستان میں صرف ۳۰ لاکھ افراد انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں اور سیلز ٹیکس میں صرف ایک لاکھ افراد رجسٹرڈ ہیں۔ وفاقی ٹیکس محتسب شعیب سڈل کے مطابق ملک میں کل آنا چار سے پانچ ہزار ارب روپے کی ٹیکس چوری ہو رہی ہے۔[2]

اس ملک میں ٹیکسوں کا نظام موثر نہ ہونے کی وجہ سے اخراجات کی نسبت محاصل کم رہتے ہیں۔ اس فرق کو بیرونی امداد سے پورا کیا جاتا ہے لیکن ان سے قرضوں کے بوجھ میں اضافہ کے ساتھ بیرونی اثرات بھی غالب آتے ہیں خصوصن قرضہ دینے والے ادارے فرید یا اپنی مرضی سے بناتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ پیسوں کی مدد سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک بڑا حصہ سودی قرضہ جات کی ادائیگی میں صرف ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں بھی ضروری ہے کہ افراد معاشرے کو ترغیبات کے ذریعے زکوۃ کی ادائیگی کا لازمی طور پر پابند بنایا جائے اور زکوۃ کی رقم مستحقین پر خرچ کی جائے۔ زکوۃ کی دو اہم مدیں جن نے ایک غرباء کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہے اگر دیانتداری کے ساتھ حقدار کو اس کا حق پہنچایا جائے تو غرباء اور مساکین کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں جس سے غربت میں کمی آسکتی ہے۔ دوسری مد میں زکوۃ کے مستحقین میں سے ہی افراد کو کاروبار کرنے کے لئے زکاۃ کی رقم دی جاسکتی ہے جس سے زکوۃ لینے والا ہاتھ آنے والے کل میں دینے والا بن سکتا ہے۔ جس سے عہد عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا معاشی خوشحالی کا مثالی دور بھی لوٹ سکتا ہے جس میں زکوۃ دینے والے تو ہوں گے لیکن لینے والا کوئی نادر نہیں ملے گا نیز دولت میں پائی جانے والی ناہمواریوں کا بھی خاتمہ ہو سکتا ہے۔

1: بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیت الافکار الدولیۃ، ریاض السعودیہ، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری، رقم الحدیث: ۱۴۸۳

2: روزنامہ، جنگ لاہور، ۱۳ فروری ۲۰۱۳ء

ضرورت کے تحت کہا جا سکتا تھا کہ حکومت تائید کر سکتی ہے لیکن عوام کے اعتماد کے لیے تحقیق شرح اور ٹیکس عائد کرنے کے مقاصد اور اخراجات واضح ہونے چاہیے۔ نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ میں اگر ضرورت کے تحت ٹیکس عائد کئے تو امت میں اس پر لبیک کہتے ہوئے سرکاری خزانے میں ٹیکس کی ادائیگی کی کیونکہ ٹیکس دینے والے کو نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی اس بات پر اعتماد تھا کہ ان کی ادا کی جانے والی رقم جائز مقاصد کے لئے استعمال میں لائی جائے گی۔ اس طرح سے حکومت دی گل جائز ٹیکسوں کے لیے افراد معاشرہ کو بھی ترغیبات کے ذریعے مائل کر سکتی ہے اگر ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ عوام کو دفاع تحفظ اور دیگر سہولیات فراہم کرے تو اس کے لیے ٹیکس دہندگان کو یقین دہانی کرائی جانی چاہیے کہ ان کی ادا کی جانے والی رقوم ات کو اسلامی بنیادوں پر قائم مملکت اسلامیہ کی حفاظت و بقا اور ارتقا کے لیے خرچ کیا جائے گا جس سے عوام الناس کو فائدہ حاصل ہو گا۔ نیز عوام کی اخلاقی تربیت بھی ضروری ہے تا کہ وہ ٹیکسوں کو خوشی سے لازمی بنیادوں پر ادا کریں۔

(۳) ٹیکس کی وصولی اور مصارف میں رائج کرپشن کا خاتمہ

پاکستان میں ٹیکسوں کی وصولی اور مصارف میں خرابیاں رائج ہیں۔ پاکستان میں بر سر اقتدار آنے والی تقریبا تمام حکومتوں کے مصارف میں کرپشن کا عنصر نمایاں رہا۔ ٹیکس عائد کرنے کا اصل مقصد عوام کو سہولیات فراہم کرنا اور ملکی نظم ونسق چلانا ہے۔ لیکن پاکستان میں حکمران طبقہ عام طور پر عیش و عشرت کا خوگر ہے۔ پتہ کہ حکومتی نیاز زندگی کو بر قرار رکھنے کے لیے ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدن کو بھی استعمال میں لایا جاتا ہے رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے موت دپر آمین میں اعمال کے لئے ہدیہ لینے کو حرام ٹھہرایا۔

ٹیکس عائد کرنے کا اصل مقصد عوام کی فلاح وبہبود اور امور حکومت چلانا ہے جب کہ عصر حاضر میں حکومتوں میں اسراف وتبذیر کا عنصر نمایاں ہے۔ حکمران طبقہ میک عنایت کی کمی کی وجہ سے اکثر سرکاری خزانے کی چوری کے لیے مختلف طریقے استعمال میں لاتے ہیں۔ میری اپنی جائز ضروریات پوری کرنے کی بجائے عوام کی دولت کو اپنی عیش و عشرت کی زندگی ، عزیز و وقار اب اور سیاسی دوستوں کو نوازنے اور سرکاری دوروں پر اڑا دیتے ہیں۔ سرکاری خزانہ کو بات تو ضرور دیتا مال میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ حکمرانوں کا طرز زندگی میں سادگی لے کر آئیں کیونکہ اسلام میں اسراف و تبذیر کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے قرآنی تعلیمات کے مطابق کھانے پینے میں حد سے تجاوز کو ناپسند کیا گیا ہے۔[1]

پاکستان دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں سے ایک ہے لیکن حکمران افسران اور عوام سب ہی اپنی دولت کی ریاکاری میں فخر ومباہات کا شکار ہو چکے ہیں۔ عوام کے خون پسینے کی کمائی مختلف قسم کے ٹیکسوں کے لیے ہتھیارنے کے بعد اس کو اپنے بینک

1: بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب افتراش الحریر، رقم الحدیث:۵۸۳۷

بیلنس بڑھانے کے علاوہ تعشیانہ زندگی پر خرچ کرتے ہیں۔ جس آمدن پر عوام کا حق ہے اور جس پلا اماں کے کاموں پر فرض کیا جانا چاہیے اس کو اسراف و تبذیر کی نظر کر دیا جاتا ہے۔ نبی ﷺ کی سیرت طیبہ عصر حاضر کے حکمرانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ حکمرانوں کی اہم ذمہ داری روایت کی خیر خواہی ہے اس لئے ان کو اپنی زندگی عوام کی خیر خواہی اور خوشحالی کے لیے وقف کر دینی چاہیے۔ جو سرمایہ کار ٹیکس ادا نہیں کرتے یا ٹیکس چوری میں ملوث ہیں ان کا احتساب کیا جائے اور ان سے ٹیکس وصول کر کے سرکاری خزانے میں جمع کروایا جائے جس سے نہ صرف عوام نے ٹیکسوں سے بچ سکتی ہے بلکہ سیلز ٹیکس عربی نظر ثانی کی جاسکتی ہے اور ان کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

عصر حاضر میں سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں نظام ٹیکس کی اصلاح کے لئے مندرجہ ذیل نکات کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے:

1. ٹیکس نظام کی حد درجہ اسلامی تصورات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے اور پھر عوام کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ ٹیکس کی ادائیگی بھی خدمت خلق ہے۔
2. عوام کو ٹیکس کے مقاصد اور مصارف کا علم ہو اور ان کو ملک کی اور معاشرتی ضروریات کا احساس دلایا جائے۔
3. ٹیکس عائد کرنے میں اصول عدل کو ملحوظ رکھا جائے۔ اور افراد معاشرہ کی آمدنیوں کے مطابق ٹیکس عائد کئے جائیں۔
4. عصر حاضر میں زکوۃ عائد کرنے کے بعد حکومت کو نظام ٹیکس کا جائزہ لینے کے بعد غیر ضروری ٹیکسوں کو ختم کرنا چاہیے۔
5. عصر حاضر میں ٹیکس وصولی کے اخراج کم سے کم ہونے چاہیں تاکہ ٹیکس ریونیو کا زیادہ سے زیادہ حصہ عوام الناس کی فلاح و بہبود اور ملکی ترقی پر خرچ کیا جاسکے۔
6. عصر حاضر میں ٹیکس کے حوالے سے جو نرمی اسلامی تعلیمات اور فقہ میں موجود ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی عملی کوشش کی جائے۔

حوالہ جات و حواشی

11. القرآن الکریم

12. ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، تحقیق: شعیب الارناؤوط، دار الرسالۃ العلمیۃ، بیروت، لبنان، س ن

13. ابن منظور، افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج ۶، ص ۲۲۰

14. ابن ہشام، محمد عبد الملک، سیرت ابن ہشام (مترجم)، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور، س ن

15. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، بیت الافکار الدولیۃ، ریاض السعودیہ، س ن

16. بلگرامی، ریاض محمد، مفتی، ٹیکس کی شرعی حیثیت، الخلیل پبلشنگ ہاوس، راولپنڈی، س ن

17. حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی، بیکن بکس،، لاہور، ۲۰۰۶ء

18. سعیدی، غلام رسول، علامہ، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، س ن

19. شام، شہزاد اقبال، ڈاکٹر، اسلامی قانون کا تعارف، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء

20. شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی ﷺ، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۱ء

21. عسکری، طاہر اسلام، حافظ، اسلام کا اقتصادی نظام، ۲۰۱۸ء، س ن

22. غفاری، نور محمد، ڈاکٹر، اسلام کا قانون محاصل، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور، س ن

23. قاسم بن سلام، ابو عبید، کتاب الاموال، مطبعۃ السلفیہ، قاہرہ، ۱۳۵۳ھ

24. مبارکپوری، محمد اطہر، قاضی، خلافت راشدہ اور ہندوستان، اسلامی پبلی کیشن ہاؤس، لاہور، س ن

25. منذری، عبد العظیم بن عبد القوی، الترغیب والترھیب، تحقیق: ناصر الدین البانی، مکتبۃ المعارف، دمشق، ۱۴۲۴ھ

26. نیازی، لیاقت علی خان، ڈاکٹر، اسلام کا انتظامی قانون، دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ۲۰۰۱ء

27. Dolton, Principle of Public Finance, london, 1940, p2

28. Encylopedia of the Social Sciences, New York, USA, 1950, v14, p532

29. Pakistan Economic Survey, 2007-08

30. Pakistan Economic Survey, 2012-13

31. ماہنامہ "جہات الاسلام"، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

32. روزنامہ جنگ، لاہور